مولوی جمیل الرحمن متعلم دارالعلوم دیوبند

علومِ انور شاہ کا امین

کچھ لوگ مرتے ہیں تو ایک آنکھ بھی ان پر رونے والی نہیں ہوتی، کچھ لوگ رخصت ہوتے ہیں تو احباب واقرباء کا ایک محدود حلقہ ان پر آنسو بہالیتا ہے' لیکن کچھ آفتاب غروب ہوتے ہیں تو ادھر سے ادھر تک فضا میں اند وہ وملال کا غبار بکھرتا چلا جاتا ہے اور کوئی نہیں گن سکتا کہ کتنی آنکھیں اشکوں سے نہا گئیں' ان کی موت پر روحیں تڑپ اٹھتی ہیں اور ملت کی پوری عمارت متزلزل ہوجاتی ہے۔

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد

ولکنہ بنیان قوم تھدما

مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ علوم انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے امین، علم وفضل کے خزانے کا گوہر شب چراغ، درر شرف ومجد کا درّ تابندہ، اخلاق وفضائل کا پیکر اس گلستان نما خزاں آباد کی ۷۱ بہاریں دیکھ کر اس عالم آب وگل کو خیر باد کہہ گیا اور کراچی کی خاک نے اس قیمتی گوہر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی آغوش یں لے لیا

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

لکھنے والے ان کے محامد ومحاسن صفحوں میں لکھیں گے،……وہ ہمارے قافلے کے سالار تھے، یہ قافلہ پہلے ہی لٹ چکا تھا' اب یتیم ہوگیا، ان کا دل ودماغ قدرت کا معجزہ تھا' وہ ایک بے باک اور حق گو مسلمان تھے، یہ سب کچھ تھا' لیکن اس دفتر کو ان الفاظ میں سمویا جاسکتا ہے کہ ان کی حیات قوم وملت کے لئے بڑی قیمتی تھی، وہ ایک مضبوط سہارا تھے اور آج جب کہ وہ اپنے اعمال کا دامن سمیٹ کر اپنے رب سے جاملے ہیں تو یہ ہمارے لئے ایک یاس انگیز ساعت ہے، ایک کربناک لمحہ ہے، ایک حادثہ عظیم ہے' موت کا فرشتہ اللہ جل شانہ کا تابع فرمان نہ

ہوتا تو ہم فرطِ غم میں یہ کہنے سے بھی نہ چوکتے کہ محدث جلیل حضرت شیخ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس اللہ سرہ العزیز کی روح قبض کرنے میں اس نے جلد بازی کی ہے، موصوف اگرچہ جواں سال نہیں تھے، لیکن اتنے عمر رسیدہ بھی نہیں تھے کہ دس سال اور جیئے جانا عجوبہ کہلاتا، مگر ہمارے منہ میں خاک کوئی بڑے سے بڑا حادثہ اور عظیم سے عظیم ابتلاء بھی خالق حکیم ودانا کی مصلحتوں سے خالی نہیں ہوا کرتا، ہر قیامت جو ہم پر ٹوٹتی ہے اس کا حق ہے کہ ہم پر ٹوٹے، کیونکہ جو کچھ جس وقت ہوتا ہے وہ اسی لائق ہے کہ اسی وقت ہو۔ تقدیر الٰہی میں جہاں انحراف نہیں وہاں خطا بھی نہیں۔ تعالیٰ اللہ عزوجل علواً کبیراً۔

مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کیا تھے؟ ان کی شخصیت کیسی تھی؟ ان کا علم کس درجہ کا تھا؟ یہ تو وہی اندازہ کرسکتا ہے جو ان سے قریب تر رہا ہو، جس نے آپ کے چشمہ علم سے سیرابی حاصل کی ہو، مجھ ناتواں کی کیا جرأت کہ آپ پر کچھ لکھنے کی جسارت کرے، تاہم دل مضطرب کا بے اختیار تقاضا ہوا کہ ان کی یاد میں ان کی زندگی کے کچھ پہلو نذر قرطاس کروں، پیش نظر یہ غیر مربوط سطور اسی قلب مضطر کا نتیجہ ہیں۔

طرزِ تحقیق

مولانا ایک صاحبِ طرز محقق تھے، ان کا اپنا تحقیقی اسلوب تھا۔ معارف السنن میں ان کا یہ منفرد اسلوب تحقیق نمایاں نظر آتا ہے۔ موجودہ دور میں اسی اسلوب کو مقبولیت کی سند حاصل ہوتی ہے جو اپنے فن اور شخصیت اور زمانے میں پوری طرح میل کھاتا ہو۔ مولانا کی فنی قابلیت کا معیار ان کی شخصیت کی متانت وسنجیدگی، ذہنی وفکری بلندی پوری طرح ان کے اسلوب سے نمایاں ہے۔ ان کا اسلوب بنانے میں دیوبند کی سوسالہ تاریخ، زمانہ جدید کی ادبی علمی تحریکات اور خود ان کی اپنی خداداد صلاحیتیں شامل رہی ہیں، دیوبند کے فکری منبع نے مولانا کے قلم کو بہت کچھ دیا ہے، وہ ولی اللہی افکار اور سلف صالحین کے تصورات کا مرکز ہے۔

اس نے علوم وفنون کی اشاعت میں ایک ناقابل فراموش حصہ لیا ہے۔ چنانچہ مولانا کی تحریریں دیوبند کے اس پہلو سے متاثر ہوئے نہ رہ سکیں۔ ان کے افکار علامہ سید انور شاہ قدس اللہ سرہ العزیز سے خاص طور پر متاثر ہیں۔ علامہ انور شاہؒ اپنے دور کی وہ عظیم شخصیت تھی جو مغربی افکار سے ضروری طور پر واقف تھی اور تمام اسلامی افکار پر حاوی تھی۔ ان کے دور سے دیوبند کی علمی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم ان کے شاگردوں حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی، حضرت مولانا سید فخر الدین، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا محمد میاں دیوبندی، اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں اسی علمی رجحان کو نمایاں اور قوی تر پاتے ہیں۔ علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تحریک کا نتیجہ اس نوخیز علمی نسل کی صورت

میں ظاہر ہوا۔ مولانا کے اسلوب تحقیق کو خاص شکل دینے اور منفرد مقام دلانے میں یہ سب حالات اور خود ان کی شخصیت کے اوصاف کمال شامل ہیں، قدرت نے ان کو قدسی تخیل اور ملکوتی فکر سے نوازا تھا۔ ان کا شعور عرشی قندیل تھا جو تیرگی میں بھی نور بکھیرتا رہا۔

مولانا جب کسی حدیث شریف کی تحقیق میں قلم اٹھاتے ہیں تو سب سے نمایاں وصف یہ رہتا ہے کہ وہ فنی انداز کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور قلم کی گلکاریوں میں حقیقت کے حسن کو نہیں بھول جاتے، ان کی نگاہ اپنے ہر جملے اور ہر لفظ پر ہوتی ہے۔ مولانا کے اسلوب تحقیق کا دوسرا بڑا وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ زیر بحث مسئلہ کو ناظر کے سامنے کھول کر بیان کرتے ہیں۔ ہر امام کے مذہب کو انہیں کی معتبر کتابوں سے نکالنا اور ان کو ان کے استدلالات سے مبرہن کرنا خاص امتیازی شان رکھتا ہے، اس کے بعد زیر بحث روایت اور مسئلے پر جو محدثانہ کلام فرماتے ہیں تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ علم کا دریا امنڈتا چلا آرہا ہے۔ متقدمین اور متاخرین کی کتابوں کے حوالہ جات سے اس مسئلے کو مزین کردیتے ہیں۔ پھر اس پر بڑے جچے تلے انداز میں استدلال سے کام لیتے ہوئے اپنے استاذ امام العصر علامہ سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور محاکمہ تحریر کردیتے ہیں۔

موصوف خود ایک صاحب الرائے ہیں، جا بجا اپنے استاذ کے ساتھ اپنی بھی رائے بڑی احتیاط کے ساتھ ثبت کردیتے ہیں، ان میں تحقیق وتلاش اور حقیقت رسی کی بے پناہ صلاحیت ہے، وہ کھلے اور آزاد ذہن سے کام لیتے ہیں، کسی قسم کے علمی تعصب کو دخل انداز ہونے نہیں دیتے اور یہی وصف ہے جو ان کو ایک بلند محدث، عظیم محقق کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے۔

الاستاذ المودودی

مولانا کی آخری تصنیفات میں سے قابل ذکر تصنیف ''الاستاذ المودودی '' ہے...... ہندوستان میں اب تک اس کے دو حصے پہنچ چکے ہیں، پاکستان سے آنے والے اہل علم حضرات نے بیان کیا کہ مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ اس موضوع پر دس رسائل قلم بند کرنا چاہتے ہیں، لیکن شاید حضرت مولانا اپنے اس آخری کام کو مکمل نہیں کرسکے، مولانا کا یہ کام بھی ایک کتاب کے مقدمہ کے طور پر شروع ہوا تھا۔ حضرت شیخ زکریا محدث سہارنپوری کی تصنیف ''فتنہ مودودیت'' کی تعریب کے بعد اس کی مقدمہ نگاری کی خدمت جب مولانا کے سپرد کی گئی تو انہوں نے اس موضوع کا بھی مکمل جائزہ لینے کا ارادہ کرلیا تھا۔ پہلے حصہ میں مولانا نے ایک اجمالی طور پر اس تحریک میں پائے جانے والے ضلال کا تعین کیا۔ اور دوسرے حصہ میں مولانا مودودی کی تفسیری اغلاط کا احاطہ کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد کچھ حصے ان کے قلم سے نکل گئے ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت

مولانا بنوری قدس سرہ العزیز کے اس میدان میں اترتے ہی اس تحریک کے بانیوں اور کارکنوں میں زبردست تشویش پیدا ہوگئی تھی، اور مولانا نے بھی اپنے زورِ استدلال، وفورِ علم اور کمالِ اخلاص سے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں ضلال کے جراثیم کی اشاعت کرنے والی یہ نقاب پوش جماعت کن وجوہ کی بنیاد پر قابلِ ترک ہے۔

تحفظ ختم نبوت اور مولانا بنوریؒ

یوں تو قادیانیت اور تحفظ ناموس رسالت کا کام کم وبیش قریباً تمام اسلامی فرقوں نے کیا، تاہم اس سلسلہ میں امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے، ان حضرات نے اور ان کے احباب وتلامذہ نے قادیانیت سے متعلق ہر مسئلہ پر گراں قدر کتابیں تالیف فرمائیں اور امت اسلامیہ کو قادیانی دجل وفریب سے آگاہ کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں۔

حضرت امام العصر رحمۃ اللہ علیہ کو فتنہ قادیانیت نے ماہی بے آب کی طرح بے چین اور مضطرب کر دیا تھا، حضرت العلامہ بنوری علیہ الرحمۃ والرضوان نفحۃ العنبر میں حضرت مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

''جب یہ تاریک فتنہ پھیلا تو مصیبت عظمیٰ سے غم اور اضطراب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا، رات کی نیند حرام ہوگئی، مجھے قلق تھا کہ قادیانی نبوت سے دین میں ایسا رخنہ واقع ہو جائے گا جس کو بند کرنا دشوار ہوگا، اسی قلق واضطراب اور بے چینی میں چھ مہینے گزر گئے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کیا کہ عنقریب اس فتنہ کا شور وشغب ان شاء اللہ جاتا رہے گا، اور اس کی قوت وشوکت ٹوٹ جائے گی، چنانچہ ایک طویل مدت کے بعد میرا اضطراب رفع ہوا اور سکون قلب نصیب ہوا۔''

(ص۳۰۴ بحوالہ الرشید دار العلوم نمبر ص:۶۸۹)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے لئے کام کرنے کا عہد لیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ: جو شخص قیامت کے دن رسول پاک ﷺ کے دامن شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ قادیانی درندوں سے ناموس رسالت کو بچائے، ان حضرات نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی وصیت کے مطابق فتنہ قادیانیت کے تعاقب کو اپنا نصب العین بنالیا۔

قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لئے ملتان کی ایک چھوٹی سی مسجد میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ اور ان کے رفقاء کے بلند عزائم کے نتیجہ میں ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کا وجود عمل میں آیا۔ اس

مجلس کو ہمیشہ یہ سعادت حاصل رہی کہ حضرت رائپوری قدس اللہ سرہ العزیز آخری دم تک اس تحریک کے قائد وسرپرست رہے۔ آخر میں مولانا محمد حیاتؒ کو مسند امارت تفویض ہوئی، مگر اپنے ضعف وعوارض کی بنا پرانہوں نے اس گراں باری سے معذرت کا اظہار فرمایا۔ یہ ایک ایسا بحران تھا کہ اس عظیم تحریک کی پیش قدمی رک جانے کا خطرہ لاحق ہوگیا، لیکن حق کی قدرت کا کیا کوئی اندازہ کرسکتا ہے؟ اس کے وعدہ حفاظت دین نے یکا یک ایک ایسی ہستی کو اس منصب عالی کے لئے منتخب فرمالیا جو اپنے اسلاف کی علوم وروایات کی امین اور جس پر ملت اسلامیہ کو بجاطور پرفخر حاصل تھا۔ وہ ہستی عالی حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ تحفظ ختم نبوت اور ردقادیانیت امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وراثت وامانت تھی۔ اس کا اہل علوم انوری کے وارث حضرت شیخ بنوری علیہ الرحمۃ سے بہتر اور کون ہوسکتا تھا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی عزم، رفعت علم نے نہ صرف مجلس تحفظ ختم نبوت کی عزت وشہرت کو چار چاند لگائے، بلکہ ان کی قیادت نے قصر قادیانیت پر اتنی ضرب کاری لگائی کہ قادیانی تحریک کے بانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر کذب وافتراء کی آہنی مہر لگ گئی۔ اور اس آخری دور میں ان کے خارج از اسلام ہونے پر گویا کہ ایک اجماع منعقد کردیا۔ رحمة الله رحمة واسعة۔

> ''قرآن کریم اگر چہ جدید اصطلاح میں دستور یا قانون کی کتاب نہیں ہے جسے عنوانات ودفعات پر مرتب کیا گیا ہو لیکن اس میں انسانیت کے تمام ہمہ گیر مسائل کی طرف اصولی اشارات دیئے گئے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ اور سیرت طیبہ میں متشکل ہوکر سامنے آئے ہیں، خلافت راشدہ کی تشریحات اور فقہاء امت کی تنقیحات کے بعد وہ ایسا کامل ومکمل دستور ہے کہ دنیا کا کوئی دستور نہ اس کی ہمسری کرسکا ہے نہ کرسکے گا۔'' (بصائر وعبر، جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ)